حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تعمیر بیت اللہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

تاریخ خطاب : ۲۶ر فروری ۱۹۹۲ء

مقام خطاب : مسجد فاطمہ نزد حافظ ربڑی
ہاؤس۔ حیدر آباد

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی خطبات : جلد نمبر ۴

صفحات :

یہ واقعہ کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ۔ انسانیت اور تاریخ۔ ادیان کا عظیم الشان واقعہ ہے عبادت گاہوں کی تاریخ میں اس سے زیادہ عظیم الشان واقعہ کوئی اور نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کیا جا رہا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام
اور
تعمیر بیت اللہ

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، ونشھد ان سیدنا ونبینا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً۔

اما بعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ، وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَآ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ (البقرۃ: ۱۲۷-۱۲۹)

آمنت باللہ صدق اللہ مولانا العظیم، وصدق رسولہ النبی الکریم، ونحن علیٰ ذٰلک من الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

بزرگان دین محترم و برادران عزیز!

یہ ہم سب کیلئے بڑی عظیم سعادت اور خوش نصیبی کا موقع ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہمیں آج ایک مسجد کی تاسیس اور اس کی سنگ بنیاد کی

مبارک تقریب میں شرکت کا موقع عطا فرمایا۔ اس موقع پر مجھ سے فرمائش کی گئی کہ کچھ گزارشات آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں، الحمد للہ اس مبارک محفل میں میرے بہت سے بزرگ جو مجھ سے کہیں زیادہ علم و فضل اور فلاح و تقویٰ کے حاملین ہیں، اسی اسٹیج پر تشریف فرما ہیں اور ان کی موجودگی میں مجھ ناکارہ کی لب کشائی ایک جسارت اور جرأت معلوم ہوتی ہے لیکن ساتھ ہی اپنے بزرگوں سے ہمیشہ یہ سنا کہ جب کوئی بڑا کسی بات کا حکم دے تو چھوٹے کا یہی کام ہے کہ اس حکم کی تعمیل کرے اس میں چوں و چرا کی مجال نہ ہونی چاہئے اس لئے تعمیل حکم کی خاطر یہ مشکل فریضہ انجام دے رہا ہوں کہ اپنے ان بزرگوں کی موجودگی میں آپ حضرات کے سامنے خطاب کرنے کیلئے بیٹھا ہوں۔ اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ایسی بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی رضا کے مطابق ہو، اور اس سے مجھے اور سننے والوں کو فائدہ پہنچے۔ آمین

دین کی جامعیت

میں سوچ رہا تھا کہ اس موقع پر دین کی کون سی بات آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں کیونکہ ہم اور آپ جس دین کے پیروکار ہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو ایسا عظیم الشان بنایا کہ اس کا ہر گوشہ اس کا ہر پہلو ایک مستقل موضوع بنانے کے قابل ہے اور اس کیلئے ایک مستقل وقت درکار ہے۔

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

دین کے ہر پہلو کا حال یہ ہے جب اس کی طرف نگاہ کی جاتی ہے تو خیال ہوتا ہے کہ اسی کو موضوع سخن بنایا جائے۔ اس لئے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا بات آپ حضرات کی خدمت میں عرض کروں۔

لیکن اس مسجد کی سنگ بنیاد کے عظیم الشان موقع پر شرکت کرتے وقت اور حصہ لیتے وقت خیال آیا کہ آج کی گفتگو کا موضوع اسی مسجد کی تعمیر کی مناسبت سے قرآن کریم کی ان آیات کو بنایا جائے جو ابھی میں نے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیں۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک عظیم الشان واقعہ بیان فرمایا ہے۔

تعمیر بیت اللہ کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جلیل القدر فرزند حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی معیت میں اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر فرمایا۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کو بڑے عجیب و غریب اور بڑے والہانہ انداز میں بیان فرمایا اور پوری امت کیلئے قیام قیامت تک اس کو اپنی مقرب کتاب کا حصہ بنا کر پوری امت مسلمہ کیلئے اس کو ہمیشہ کیلئے محفوظ فرما دیا۔ اور اس بات کی دعوت دی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ کو بار بار تازہ کیا جائے خیال آیا کہ آج اس محفل میں مختصراً ان آیات کی تھوڑی سی تفسیر اور اس دعا کی تھوڑی سی تفصیل آپ حضرات کی خدمت میں پیش کروں جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اللہ کا گھر تعمیر کرتے وقت مانگی تھی۔ اور جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ سورۃ بقرہ میں ذکر فرمایا سب سے پہلے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ (البقرہ: ۱۲۷)

اس وقت کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ اسلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند فرما رہے تھے، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی (ان کے ساتھ شامل تھے) "واذ" یہ عربی زبان میں بیان کرنے کا خاص اسلوب ہے جس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ جو بات آگے بیان کی جارہی ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ ہر آن اور ہر لمحے اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے مستحضر رکھا جائے

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ بیت اللہ اگرچہ پہلے سے موجود تھا۔ اس کی بنیادیں موجود تھیں حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے یہ دنیا کے اندر چلا آتا تھا لیکن مرور ایام سے اس کی عمارت موجود نہ رہی تھی۔ بنیادیں باقی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بنیادوں پر اس بیت اللہ کی تعمیر فرمائی۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام اس عمل میں ان کے ساتھ شریک تھے۔

مشترکہ کارنامہ کو بڑے کی طرف منسوب کرنا

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ روزانہ جب قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے تو تلاوت کے دوران ہی قرآن کریم کی آیتوں میں تدبر بھی کرتے تھے۔ کبھی کبھی ہم لوگوں میں سے کوئی یا حضرت کے خدام میں سے کوئی موجود ہوتا تو جو بات تلاوت کے دوران ذہن میں آتی اس کے بارے میں اس کے سامنے ارشاد بھی فرمایا کرتے تھے ایک روز حضرت والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے' میں قریب بیٹھا ہوا تھا جب اس آیت پر پہنچے' "واذیرفع ابراہیم القواعد من البیت و اسماعیل" تو تلاوت روک کر مجھ سے فرمایا کہ دیکھو: قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک عجیب اسلوب اختیار فرمایا اللہ تعالیٰ یوں بھی فرما سکتے تھے کہ "واذ یرفع ابراہیم و اسماعیل القواعد من البیت" (البقرہ 127) یعنی اس وقت یاد کرو جب ابراہیم "اور اسماعیل" دونوں بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس طرح بیان نہیں فرمایا' بلکہ پہلے ابراہیم علیہ السلام کا نام لیکر جملہ مکمل کر دیا کہ اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور اسماعیل "بھی۔ اسمٰعیل علیہ السلام کا آخر میں علیحدہ ذکر فرمایا والد صاحب" نے فرمایا۔ کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی بیت اللہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اس

عمل میں برابر کے شریک تھے۔ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دے رہے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان پتھروں سے بیت اللہ کی تعمیر فرما رہے تھے لیکن اس کے باوجود قرآن کریم نے اس تعمیر کو براہ راست حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب فرمایا

پھر والد صاحب نے فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ اگر کوئی بڑا اور چھوٹا دونوں مل کر ایک کام انجام دے رہے ہوں تو ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کام کو بڑے کی طرف منسوب کیا جائے اور اس کے ساتھ چھوٹے کا ذکر یوں کیا جائے کہ چھوٹا بھی اس کے ساتھ موجود تھا نہ یہ کہ چھوٹا اور بڑے دونوں کو ہم مرتبہ قرار دیکر دونوں کی طرف اس کام کو برابر منسوب کر دیا جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ادب

اسی بات کو حضرت والد ماجد رحمتہ اللہ علیہ نے ایک اور واقعہ کے ذریعہ سمجھایا' فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تو یہ تھا کہ عشاء کے بعد زیادہ کسی کام میں مشغول نہیں ہوتے تھے آپ فرماتے تھے کہ عشاء کے بعد قصے کہانیاں کہنا اور زیادہ فضول گوئی میں مشغول رہنا اچھی بات نہیں ہے۔ تاکہ صبح کی نماز پر اثر نہ پڑے لیکن ساتھ ہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں کے معاملات میں مشورہ فرمایا کرتے تھے اور میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تھا دیکھئے جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا تو یوں نہیں کہا کہ مجھ سے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کرتے تھے بلکہ فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے اور میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تھا۔ یہ ہے چھوٹے کا ادب کہ جب چھوٹا کسی بڑے کے ساتھ کوئی کام کر رہا ہو تو وہ کام اپنی طرف منسوب نہ کرے بلکہ بڑے کی

طرف منسوب کرے کہ بڑے نے یہ کام کیا اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔

لہٰذا قرآن کریم نے بھی وہی اسلوب اختیار فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے اور اسماعیل علیہ السلام بھی ان کے ساتھ شامل تھے یہاں تعمیر بیت اللہ کی اصل نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کی گئی۔ اور اسماعیل علیہ السلام کو ان کے ساتھ شامل کیا گیا۔ یہ تو ایک نکتہ تھا جو حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ کے حوالے سے یاد آگیا

عظیم الشان واقعہ

غرض سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہ واقعہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی' یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ انسانیت کا اور تاریخ ادیان کا عظیم الشان واقعہ ہے' عبادت گاہوں کی تاریخ میں اس سے زیادہ عظیم الشان واقعہ کوئی اور نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ اللہ کا گھر تعمیر کیا جارہا تھا اس واقعہ میں بے شمار تفصیلات تھیں' مثلاً یہ کہ پتھر کہاں سے لائے گئے؟ گارہ کہاں سے جمع کیا گیا؟ کون پتھر اٹھا رہا تھا؟ کون چنائی کر رہا تھا کتنی بلندی پر تعمیر کیا گیا؟ کتنی لمبائی اور کتنی چوڑائی تھی؟ کتنا وقت اس تعمیر پر لگا؟ کتنا روپیہ اس پر خرچ ہوا؟ یہ ساری تفصیلات تھیں لیکن قرآن کریم نے ان تفصیلات میں سے کوئی تفصیل ذکر نہیں فرمائی۔ بس اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے۔

اس کے بعد یہ بیان فرمایا جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے اس وقت ان کی زبان مبارک پر کیا دعائیں تھیں؟ وہ کیا الفاظ کہہ رہے تھے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ سے کیا مناجات کر رہے تھے؟ اس سے معلوم ہوا کہ وہ سارا عمل ایک طرف اور اس عمل کے ساتھ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنے والی دعائیں

زبان مبارک پر تھیں۔ وہ ایک طرف' اللہ تعالیٰ کو سارے عمل کے مقابلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں اتنی پسند آئیں کہ اس کو قیام قیامت تک کیلئے قرآن کا حصہ بنا دیا۔ چنانچہ فرمایا جب وہ بیت اللہ کی تعمیر کا کام کر رہے تھے تو زبان مبارک پر یہ دعا تھی:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

"کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے اس خدمت کو اپنی فضل و کرم سے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما بلاشبہ آپ بہت سننے والے اور بہت جاننے والے ہیں۔" جو بات اللہ رب العزت کو پسند آئی' جو ادا اللہ تبارک و تعالیٰ کو بھائی وہ یہ کہ کام تو اتنا عظیم الشان انجام دے رہے ہیں کہ اس روئے زمین پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف منسوب پہلا اور آخری گھر تعمیر کر رہے ہیں۔ جو قیامت تک کیلئے ساری انسانیت کے واسطے ایک مقناطیس بننے والا ہے جس کی طرف لوگ کھنچ کھنچ کر جانے والے ہیں وہاں پر عبادتیں کرنے والے ہیں وہ بیت اللہ کہ جس کی بنیادیں نامعلوم ہوچکی تھیں وہ بیت اللہ جس کی تعمیر ختم ہوچکی تھی اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اٹھا رہے تھے لیکن زبان اور دل پر کوئی فخر نہیں' کوئی ناز نہیں' کوئی غرور بھی نہیں کہ میں اتنا بڑا کام انجام دے رہا ہوں اور اس کام کو انجام دیتے وقت سینہ تنا ہوا نہیں ہے' گردن اکڑی ہوئی نہیں ہے اور کسی قسم کے فخر اور تکبر کے جذبات نہیں بلکہ دل میں یہ جذبات ہیں کہ یا اللہ میری خدمت اور یہ میرا عمل اس لائق تو نہیں ہے کہ آپ کی بارگاہ میں شرف قبول حاصل کرے' لیکن اے اللہ آپ اپنے فضل و کرم اور اپنی رحمت سے اسے قبول فرما لیجئے۔

دل میں بڑائی نہ ہو

اس دعا میں اشارہ اس بات کی طرف کر دیا کہ انسان اللہ کا بندہ ہے وہ خواہ کتنا ہی بڑا کارنامہ انجام دے رہا ہو کتنی بڑی خدمت انجام دے رہا ہو' لیکن اس کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ میں

کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہا ہوں یا یہ کہ میں اللہ کے دین کی کوئی بہت بڑی خدمت کر رہا ہوں۔ اس کے دل میں یہ جذبہ ہونا چاہئے کہ میرا عمل میری ذات کے لحاظ سے تو اس لائق نہیں کہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور یہ التجا ہے کہ یا اللہ اس چھوٹے عمل کو اور اس ادھورے عمل کو اپنے فضل و کرم سے قبولیت کا شرف عطا فرما دیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دعا سے یہ سبق سکھا دیا کہ دنیا کا دستور یہ ہے کہ بڑے بڑے کام جو شخص انجام دیتا ہے تو اس کا نفس اور اس کی نفسانی خواہشات اس کو فخر پر ابھارتی ہیں دوسروں کے سامنے شیخی بگھارنے کی طرف مائل کرتی ہیں۔ لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام نے اپنی سنت سے یہ طریقہ بتایا کہ اگر تم نے کوئی نیک کام کیا' اور اس نیک کام سے تمہارے دل میں کوئی فخر اور تکبر پیدا ہو گیا تو وہ اس عمل کو ملیامیٹ کر ڈالے گا۔ اس کے بجائے جب تم کوئی عمل کرو تو یہ سوچو کہ مجھے تو اللہ کی بارگاہ میں جیسا عمل پیش کرنا چاہئے تھا ویسا عمل پیش نہیں کر سکا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے آمین۔

فتح مکہ اور آپ کی انکساری

حضور نبی کریم سرور دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے' کتنے سال کی محنت کا ثمرہ مکہ مکرمہ کی فتح کی صورت میں سامنے آرہا تھا اس مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہو رہے تھے جس میں رہنے والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں پہنچانے' تکلیفیں دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشیں تیار کی گئیں' قتل کے منصوبے بنائے گئے' مسلمانوں کو "لا الہ الا اللہ" کہنے کی پاداش میں ظلم و ستم کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا' اس موقع پر کوئی اور ہوتا تو اس کا سینہ تنا ہوا ہوتا' گردن اکڑی ہوئی ہوتی اور "انا ولا

غیری" کے نعرے لگاتا ہوا داخل ہوتا' اور مکہ مکرمہ کی گلیاں خون سے لالہ زار ہوجاتیں۔ لیکن یہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے وہ منظر آج بھی اس طرح یاد ہے' جیسے اس وقت دیکھ رہا ہوں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم معلی کی طرف سے مکہ مکرمہ میں داخل ہورہے ہیں اور اپنی اونٹنی "ناقہ قصوی" پر سوار ہیں اور اونٹنی پر سوار ہونے کی حالت میں گردن جھکی ہوئی ہے یہاں تک کہ ٹھوڑی مبارک سینے سے لگی ہوئی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور زبان مبارک پر یہ آیات ہیں۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا (سورۃ الفتح ۱)

کہ یا اللہ یہ جو کچھ نصرت ہوئی یہ آپ ہی کی طرف سے ہے میری قوت بازو کا کرشمہ نہیں یہ آپ کے فضل و کرم سے ہے کہ آپ نے مجھے فاتحانہ شان سے یہاں داخل فرمایا لہذا اب فاتح کی شان یہ ہے کہ اس کی گردن تننے کے بجائے جھک جائے اور سینہ مبارک سے لگ جائے انبیاء کرام علیہم السلام کی یہی سنت تھی اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہے۔

توفیق منجانب اللہ ہوتی ہے

جب اللہ تعالی کسی اچھے عمل کی توفیق عطا فرمائے تو یاد رکھو یہ توفیق بھی اس کی طرف سے ہے' اگر عمل کی توفیق نہ ہوتی تو تم سے یہ کام بن نہیں سکتا تھا یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے تمہیں اس خدمت پر لگا دیا۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمیں کنی
منت شناس کہ اورا بخدمت گزاشتن

کہ یہ احسان کرنے کا موقع نہیں کہ میں نے بڑی نمازیں پڑھ لیں' میں نے بڑے روزے رکھ لئے' میں نے بڑا ذکر کرلیا' میں نے

بڑی عبادتیں انجام دے لیں، میں نے بڑی خدمت دین انجام دی، میں نے بڑی کتابیں لکھیں، میں نے بڑی تقریریں کیں، میں نے بڑے فتوے لکھے یہ کوئی فخر کی بات نہیں، ارے یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ ایک ذرے سے جو چاہے کام لے۔ یہ دعا کرو کہ وہ نیک کام کرنے کی توفیق دے۔ اور جو کچھ عمل کرنے کی توفیق ہو تو ایک بندے کا کام یہ ہے کہ سب سے پہلے اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور اللہ کے سامنے اس کے قبولیت کی دعا مانگے کہ اے اللہ! اس کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرما یہ بڑے پست حوصلہ انسان کا کام ہے کہ تھوڑے سے عمل کی توفیق اللہ نے دے دی تو اس پر اترانے لگا، اس کے اوپر فخر و ناز میں مبتلا ہوگیا۔ اور لوگوں کے سامنے تکبر کرنے لگا جیسے عربی زبان کی ایک مثال ہے کہ صلی الحائك ركعتين وانتظر الوحی

ایک جولا ہے نے ایک مرتبہ دو رکعت نماز پڑھی، نماز پڑھنے کے بعد انتظار میں بیٹھا ہے کہ کب میرے اوپر وحی نازل ہو، یہ سمجھ رہا ہے کہ دو رکعت نماز پڑھنا اتنا عظیم الشان کام ہے کہ مجھے براہ راست نبوت ملنی چاہئے تو یہ کم ظرف اور کم حوصلہ انسان کا کام ہے۔ ایک بندہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کا کام یہ ہے وہ ڈرتا رہے، کام بھی کر رہا ہے اور ساتھ ساتھ اللہ سے ڈر بھی رہا ہے کہ یہ کام تو اس کے شایان شان تو نہیں ہے جیسا کہ اس کا حق ہے۔ لیکن اللہ رب العزت سے دعا کر رہا ہے کہ اس کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے

تو سب سے پہلی بات جو اللہ تعالیٰ کو تعمیر کعبہ میں پسند آئی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا تھی کہ کعبہ تعمیر کر رہے ہیں، اور اتنا عظیم الشان کام انجام دے رہے ہیں، لیکن کوئی فخر نہیں، کوئی غرور نہیں، کوئی تکبر نہیں۔

حقیقی مسلمان کون؟

آگے دعا کا دوسرا حصہ عجیب و غریب ہے جب حضرت ابراہیم علیہ

السلام بیت اللہ تعمیر فرما رہے تھے اس وقت دوسری دعا یہ فرمائی

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ

اے پروردگار! ہم دونوں کو یعنی مجھے بھی اور میرے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو مسلمان بنا دیجئے۔ اب یہ عجیب دعا ہے کہ کیا وہ مسلمان نہیں تھے؟ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام مسلمان نہ ہوں تو پھر دنیا میں کون مسلمان ہوگا؟ لیکن دعا یہ فرما رہے ہیں کہ ہمیں مسلمان بنا دیجئے بات اصل میں یہ ہے کہ عربی زبان میں "مسلم" کے معنی ہیں: تابعدار، فرمانبردار، جھکنے والا آپ فرما رہے ہیں کہ اے اللہ مجھے اور میرے بیٹے کو اپنے آگے جھکنے والا بنا دیجئے تاکہ میری پوری زندگی اور میرے بیٹے کی زندگی آپ کے تابع فرمان ہوجائے پوری زندگی آپ کی فرماں برداری میں گزر جائے، کیونکہ ویسے تو آدمی جیسے ہی کلمہ پڑھتا ہے "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله" وہ مسلمان ہوجاتا ہے چاہے ستر برس کا کافر بھی کیوں نہ ہو، لیکن صرف کلمہ طیبہ پڑھ لینا مومن کا کام نہیں بلکہ کلمہ طیبہ کے بعد پوری زندگی کو اللہ کے تابع فرمان بنائے بغیر انسان مکمل مسلمان نہیں بنتا، اسی لئے قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً

اے ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ۔ یہاں خطاب کیا گیا ہے ایمان والوں کو جو پہلے سے ایمان والے ہیں اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ یہ ایمان والے اب کس میں داخل ہوجائیں؟ اشارہ اس بات کی طرف فرما دیا کہ ایمان لے آنا ایک عمل ہے اور اس کے بعد اسلام میں داخل ہونا دوسرا عمل ہے، اور اسلام کے معنی یہ ہیں کہ اپنے وجود کو، اپنی زندگی کو، اپنی نشست و برخاست کو، اپنے فکر و انداز کو اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان بنائے جب تک یہ نہیں کرو گے اسلام میں پوری طرح داخل نہیں ہو گے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ

السلام یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اے پروردگار' مجھے اور میرے بیٹے کو صحیح معنوں میں مسلمان بنایئے یعنی اپنا تابع فرمان بنایئے

تعمیر مسجد کا مقصد

یہاں صرف ایک بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اس آیت میں اشارہ اس بات کی طرف معلوم ہوتا ہے——— واللہ سبحانہ اعلم——— کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مسجد تو بنا رہے ہیں اللہ کا گھر تو تعمیر کر رہے ہیں جو بہت بڑا عظیم الشان کام ہے لیکن یہ مسجد کی تعمیر درحقیقت ایک علامت ہے' مسجد کی تعمیر بذات خود مقصود نہیں ہے' بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس مسجد کی تعمیر کے بعد اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان بنالیا جائے جب تک یہ نہ ہوگا تو محض تعمیر مسجد تنہا کافی نہیں اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ ہمیں اپنا تابع فرمان اس طرح بنا لیجئے کہ اپنی زندگی کا ہر کام آپ کے حکم کے مطابق ہوجائے یہ ہیں مسلمین کے معنی اور اگر یہ مقصد حاصل نہیں ہوا تو پھر وہ مسجد اس شعر کا مصداق بن جائیگی

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

مسجد تو بڑی عالیشان تعمیر ہوگئی لیکن اس میں کوئی نماز پڑھنے والا نہیں' اللہ کا ذکر کرنے والا نہیں' اور خدا نہ کرے اور وہ کیفیت ہوجائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانے کی مساجد کے بارے میں فرمایا کہ "عامرۃ وھی خراب" کہ مسجدیں باہر سے بڑی اچھی' شاندار' بڑی مزین' بڑی آراستہ ہونگی' لیکن اندر سے ویران ہونگی اس کے اندر کوئی نماز پڑھنے والا موجود نہ ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ اس لئے فرمایا اے اللہ ہمیں مسلمان بنا دیجئے۔ ساتھ ساتھ اپنا تابع فرمان

بنا دیجئے۔

دین نماز اور روزے میں منحصر نہیں

بعض مرتبہ لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال آتا ہے کہ مسلمانی کا تقاضا یہ ہے کہ مسجد میں جاکر نماز پڑھ لی اور پانچ وقت حاضری دیدی۔ روزہ رکھ لیا اور زکوۃ ادا کردی' عبادات انجام دے لیں بس ہوگئے مسلمان۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا میں ایک اشارہ اس طرف بھی ہے کہ یہ مسجد کی تعمیر کرنا' مسجد کے اندر جاکر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا' نمازیں پڑھنا' ذکر کرنا یہ سب بھی دین کا حصہ ہیں۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ اسی کو سب کچھ سمجھ کر باقی چیزوں کو نظر انداز کردو' آج ہمارا یہ حال ہے کہ جب تک مسجد میں ہیں تو مسلمان ہیں نمازیں بھی ہورہی ہیں' ذکر بھی ہورہا ہے' عبادت بھی انجام دی جارہی ہے۔ لیکن جب بازار میں پہنچے تو وہاں سارے معاملات اللہ کے حکم کے خلاف ہورہے ہیں۔ دفتروں میں پہنچے تو وہاں مسلمان نہیں' حکومت کے ایوانوں میں پہنچے تو وہاں مسلمان نہیں' بس دین نام رکھ لیا عبادتوں کے انجام دینے کا' نماز پڑھ لی' روزہ رکھ لیا' زکواۃ دے دی' حج کرلیا' اللہ اللہ خیر سلا' یاد رکھو! دین درحقیقت پانچ شعبوں کا مجموعہ ہے۔ عقائد کی درستی' عبادات' معاملات' معاشرت' اخلاق ان سب کے مجموعے سے اسلام بنتا ہے' اسلام یہ نہیں کہ مسجد میں تو مسلمان ہیں گھر میں جاکر کافر ہوگئے (معاذ اللہ) مسلمان وہ ہے جو پورا کا پورا مسلمان ہو' اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً

اے! ایمان والو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ' یہ نہیں کہ بس مسجد میں چلے گئے' اور عبادات بھی کرلیں مگر معاملات خراب' معاشرت خراب' اخلاق خراب' یہ ساری چیزیں اسلام میں

داخل ہونے کیلئے ضروری ہیں۔

مسجد کے حقوق میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جس کو مسجد میں جاکر سجدہ کررہے ہو بازار میں بھی جاکر اسی کے حکم کی اطاعت کرو۔ یہ نہیں کہ مسجد میں نماز پڑھی اور بازار میں جاکر رشوت دیدی۔ یہ نہیں کہ نماز پڑھنے کے بعد سود کھالیا بلکہ اخلاق و معاشرت کو بھی شریعت کے مطابق بنالو' ہمارے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اس بات سے بھرے ہوئے ہیں کہ جس طرح عبادت ضروری ہے اسی طرح معاشرت درست کرنا بھی ضروری ہے' اخلاق درست کرنا بھی ضروری ہے' اور معاملات درست کرنا بھی ضروری ہیں۔ آج کی دنیا اس بات کو فراموش کر بیٹھی ہے اور دین صرف نماز روزے کا نام رکھ لیا ہے یہ غلط فہمی دور کرلینی چاہئے۔

اولاد کی اصلاح کرنا واجب ہے .

پھر آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جملہ فرمایا کہ

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

اے اللہ ہماری آنے والی نسل کو بھی مسلمان بنایئے' اس کو بھی اپنے تابع فرمان بنایئے۔ اس میں اشارہ اس بات کی طرف کردیا کہ ایک مسلمان کا کام صرف خود مسلمان بن کر ختم نہیں ہوتا' اس کے فرائض میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اپنی اولاد کی فکر کرے' آج ہم مسلمانوں کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں جو خود تو نماز کے پابند' صف اول کے پابند' تلاوت قرآن کے پابند' لیکن ان کے ذہنوں میں کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ اولاد کہاں جارہی ہے اولاد تیزی سے الحاد کے راستے پر' بے دینی کے راستہ پر' اللہ تعالٰی کو ناراض کرنے والے راستے پر' جہنم کے راستے پر جارہی ہے لیکن کبھی خیال نہیں آتا ہے کہ ان کو کس طرح بچایا جائے' تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دعا میں اس طرف اشارہ کردیا کہ مسلمان کیلئے صرف اپنی اصلاح کرلینا کافی نہیں بلکہ قرآن کریم کا

ارشاد ہے کہ:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

اے ایمان والو! اپنے آپ کو بھی آگ سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی بچاؤ، اپنے بچوں کو بھی بچاؤ جس طرح خود مسلمان بننا فرض اسی طرح آنے والی نسل کو بھی مسلمان بنانا اور ان کی اصلاح کی فکر کرنا بھی فرض ہے

آگے فرمایا:

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

یہ نہیں فرمایا کہ اس عمل پر مجھے ثواب عطا فرما، اس لئے میرا یہ عمل ثواب کے لائق تو کیا ہوتا بلکہ خطرہ یہ ہے کہ میرے اس عمل میں کس قسم کی کوتاہیاں شامل نہ ہوگئی ہوں جس کی وجہ سے یہ عمل غارت ہوجائے، اے اللہ اگر ایسی کوتاہیاں ہوئی ہوں تو ہماری توبہ قبول فرما

یہ بھی عمل کی توفیق کا حصہ ہے کہ سب سے پہلے اس کے اوپر اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعا کرے اور پھر استغفار کرے کہ اے اللہ اس عمل میں جو کوتاہیاں ہوئی ہوں اس کو اپنے فضل و کرم سے معاف فرما، یہ کام ہے مومن کا۔

نماز کے بعد استغفار کیوں؟

حدیث میں آتا ہے کہ جب نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوتے تو نماز ختم ہوتے ہی آپ تین مرتبہ فرماتے تھے استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ اب یہ اس وقت استغفار کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لئے کہ استغفار تو اس وقت ہوتا ہے جب انسان سے کوئی گناہ ہوجائے تو وہ استغفار کرے کہ یا اللہ مجھے معاف کردے تو بظاہر نماز کے بعد استغفار کا موقع نہیں، بلکہ نماز تو اللہ کے حضور حاضری ہے، اس کے بعد استغفار کیوں؟ بات دراصل یہ ہے کہ نماز تو ہم نے پڑھ لی مگر

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات کبریائی کا جو حق تھا وہ نماز میں ادا نہ ہوا
"ما عبدناك حق عبادتك"
اے اللہ ہم آپ کی بندگی کا حق ادا نہ کر سکے، تو نماز کے بعد یہ استغفر اللہ اس واسطے ہے کہ جو حق تھا وہ تو ادا ہوا نہیں، اے اللہ اپنی رحمت سے ان کوتاہیوں کو دور فرما، قرآن کریم میں بھی نیک بندوں کی تعریف کرتے ہوئے سورہ ذاریات میں باری تعالیٰ نے فرمایا

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ

اللہ کے بندے وہ ہیں جو رات کو بہت کم سوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور رات کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اللہ کے حضور حاضر ہیں اور دعا مانگ رہے ہیں، پوری رات عبادت میں گزاری، لیکن جب سحری کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت استغفار کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ یہ کونسا استغفار کا موقع ہے؟ ساری رات تو عبادت کرتے رہے کوئی گناہ نہیں کیا، جو استغفار کریں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: درحقیقت وہ اس بات پر استغفار کرتے ہیں کہ اے اللہ جو عبادت رات کو کی ہے وہ اس لائق تو نہیں کہ آپ کی بارگاہ میں پیش کی جائے۔ اس واسطے اے اللہ ہم ان کوتاہیوں سے استغفار کرتے ہیں۔ جو نماز کے اندر ہوئیں تو ایک بندے کا کام یہ ہے کہ جو نیک عمل بھی کرے نیکی کے جس کام کی جو توفیق ہو اس پر غرور میں مبتلا ہونے کے بجائے اس کی کوتاہیوں پر استغفار کرے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر کرے اور اس کی قبولیت کی دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جامع دعا

پھر یہ ساری دعائیں کرنے کے بعد آخر میں یہ زبردست دعا فرمائی:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔

کہ اے پروردگار یہ کعبہ تعمیر کرلینا کافی نہیں اے اللہ جو کعبہ کے پاس رہنے والے ہیں ان میں اپنے فضل و کرم سے ایک ایسا رسول بھیجئے جو ان کے سامنے آپ کی آیتوں کی تلاوت کرے۔ اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔ اور ان کا تزکیہ کرے اور ان کو پاک صاف کرے' ان کے اخلاق ان کے اعمال پاک صاف کرے۔

یہ دعا بیت اللہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام فرما رہے ہیں اشارہ اس بات کی طرف کردیا کہ خواہ اللہ کے کتنے گھر دوبارہ تعمیر ہوجائیں کتنی مساجد بن جائیں۔ لیکن یہ مسجد اس وقت تک اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اس کے ساتھ موجود نہ ہوں اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی' اور اس دعا کے اندر فرمایا کہ وہ پیغمبر آپ کی آیتوں کی تلاوت کرے اس میں اشارہ اس طرف کردیا کہ آیات کی تلاوت بذات خود ایک مقصد ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنا بذات خود ایک انسان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور وہ پیغمبر صرف تلاوت نہیں کریگا۔ بلکہ وہ کتاب کی تعلیم بھی دیگا۔

قرآن کیلئے حدیث کے نور کی ضرورت

اس سے اشارہ اس بات کی طرف فرما دیا کہ کتاب یعنی قرآن محض مطالعہ سے حاصل ہونے والی چیز نہیں کہ اس کا مطلب ہم مطالعہ سے حاصل کرلیں' آج کل قرآن کی اسٹڈی کرنے کا بڑا رواج ہے' صرف اسٹڈی کے ذریعہ اس کو حل کرنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں' اس لئے اس آیت میں اشارہ کردیا کہ یہ قرآن خود بیٹھ کر اسٹڈی کرنے کی چیز نہیں جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں اسکو

نہیں پڑھا جائے اس وقت تک قرآن کا مطلب سمجھ میں نہیں آئیگا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا کہ

لَقَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

فرمایا کہ جیسے آپ کے پاس ایک کتاب ہو لیکن روشنی نہ ہو اندھیرا ہو' اب کتاب تو موجود ہے لیکن روشنی کے بغیر آپ اس کتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حسین اشارہ فرمایا کہ تمہارے پاس ہم نے کتاب بھی بھیجی اور اس کے ساتھ اس کتاب کو پڑھ کر سمجھنے والا نور بھی بھیجا اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا نور ہے اس کی روشنی میں پڑھو گے تو کامیابی حاصل ہوگی اس سے ہٹ کر اگر پڑھنے کی کوشش کروگے تو وہ شخص ایسا ہی ہے جیسا کہ اندھیرے میں کتاب پڑھنے والا۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں پھر آخر میں فرمایا کہ وہ پیغمبر تعلیم پر ہی اکتفا نہیں کریگا' بلکہ ان کو غلط اخلاق سے غلط اعمال سے صاف کریگا انکا تزکیہ کریگا اشارہ اس بات کی طرف فرما دیا کہ تعلیم بھی زبانی کافی نہیں بلکہ اس کیلئے تربیت اور صحبت کی ضرورت ہوگی جب تک کہ یہ نہیں ہوگی اس وقت تک انسان کے اعمال اور اخلاق صحیح معنوں میں درست نہیں ہونگے بہرحال' حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے جو دعائیں تعمیر کعبہ کے وقت مانگی تھیں یہ اس کی تھوڑی سی تفصیل تھی' اس دعا میں پورا دین سما گیا ہے دین کے سارے شعبے اس کے اندر آگئے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس مسجد کی تعمیر اور اس کی تاسیس کی برکت عطا فرمائے اس کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ